دفاعی اخراجات اور قومی سلامتی

ڈاکٹر امجد وحید

عظیم تاریخ دان پال کینڈی نے اپنی مشہور عالم تصنیف ''بڑی سلطنتوں کا عروج وزوال'' میں لکھا ہے:

''فوجی طاقت کو سہارا دینے کیلئے عموماً دولت کی ضرورت پڑتی ہے اور دولت کا تحفظ کرنے کیلئے عموماً فوجی طاقت حاصل کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تاہم اگر ریاست کے وسائل کا بہت بڑا حصہ دولت پیدا کرنے کے بجائے فوجی مقاصد کیلئے مختص کر دیا جائے، تو طویل مدت میں اس کے باعث قومی قوت و طاقت میں کمزوری پیدا ہونا شروع ہوجاتی ہے''۔

تاریخ شاہد ہے کہ بڑی طاقتوں کے زوال میں حد سے بڑھے ہوئے دفاعی اخراجات میں ہمیشہ ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ پاکستان اگرچہ ایک بڑی طاقت تو نہیں لیکن بوجوہ اس نے اپنے دفاعی اخراجات کو نقصان دہ حد تک بڑھا لیا ہے۔

اس مضمون میں ہم پاکستان کے دفاعی اخراجات اور اس کی معاشی اور انسانی ترقی کے درمیان ربط و تعلق کا تجزیہ کریں گے۔ نیچے دیئے گئے نقشے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں کا بیک وقت حصول ممکن نہیں۔ دفاع کیلئے زیادہ اخراجات انسانی اور معاشی ترقی کی قیمت پر ہی ممکن ہو سکتے ہیں۔

وسائل کا تعین	عالمی سطح پر	ترقی پذیر ممالک میں	بھارت	پاکستان
تعلیم کیلئے، معیشت کے فیصد کے حساب سے	4.8%	4.1%	3.2%	2 7%
صحت کیلئے، معیشت کے فیصد کے حساب سے	5.3%	2.7%	0.8%	0.7%
دفاع کیلئے، معیشت کے فیصد کے حساب سے	2.3%	2.7%	3.0%	4.5%
تعلیم اور صحت بمقابلہ دفاع	440%	252%	133%	75%
دفاع کے اخراجات بجٹ میں	11%	15%	15%	24%

ماخوذ: ورلڈ ڈیویلپمنٹ رپورٹ اور پاکستان اکنامک سروے سے

پاکستان اور بھارت کے درمیان سرد جنگ کی قیمت، معاشری ترقی کے نقصان کی صورت میں، پاکستان کو بھارت کے مقابلے میں بہت زیادہ چکانا پڑ رہی ہے۔ دنیا میں دفاعی اخراجات کا اوسط مجموعی قومی پیداوار (GPD معیشت) کا 3 فیصد ہے۔ پچھلے 50 برسوں میں بھارت میں دفاعی اخراجات کا سالانہ اوسط قومی پیداوار کے مقابلے میں ڈھائی فیصد رہا ہے، جبکہ پاکستان میں فوجی اخراجات کی شرح پچھلے پچاس برسوں میں 6 فیصد سالانہ رہی ہے۔

اس وقت دنیا میں جن ممالک کو طاقتور سمجھا جاتا ہے۔ وہ اوسطاً بجٹ کا 10 فیصد سالانہ دفاع پر خرچ کرتے ہیں ان میں امریکہ، برطانیہ، جرمنی، جاپان اور چین شامل ہیں۔ تاہم قوت کا معیار یہ نہیں کہ آپ اپنے بجٹ کا کتنے فیصد فوج پر خرچ کر رہے ہیں بلکہ یہ ہے کہ آپ کی معیشت کا سائز کیا ہے۔

کسی ملک کی معاشی ترقی کا انحصار اس کی تعلیم یافتہ اور صحت مند افرادی قوت، بنیادی ڈھانچے یعنی کھیت سے منڈی تک سڑکوں، ٹیلی کمیونی کیشن، ڈیموں وغیرہ اور بچت اور سرمایہ کاری کی اونچی سرح (نجی اور سرکاری دونوں شعبوں میں) پر ہوتا ہے۔ لیکن اگر ان پیداواری شعبوں سے رقوم نکال کر دفاع پر خرچ کرنا شروع کر دی جائیں تو معیشت میں ترقی کی شرح نیچے آنا شروع ہوجاتی ہے (جیسا کہ پاکستان کے معاملے میں ہم دیکھ رہے ہیں) اور ملک کمزور ہو کر خطرات کی زد میں آجاتا ہے۔

وہ ممالک جو روایتی طور پر دفاع پر اپنے بجٹ کا بہت بڑا (فیصد) حصہ خرچ کرتے ہیں ان میں افغانستان، عراق، یوگوسلاویہ، شام، صومالیہ،

انگولا، پاکستان اور سابق سوویت یونین شامل تھے۔ آج ان ممالک کی معاشی اور سماجی صورت حال (ان میں سے 3 ملک ٹوٹ چکے ہیں) کو دیکھ کر یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ دفاع پر زیادہ خرچ کر کے سلامتی اور تحفظ کو یقینی بنانے کا نظریہ ناقص ہے۔ معاشی ترقی اور خوشحالی کو قربان کر کے دفاع پر ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے کے باعث عوام میں محرومی اور مایوسی پیدا ہوتی ہے۔ جس کے نتیجے میں سماجی اور گروہی بے چینی جنم لیتی ہے اور مختلف گروہ ایک دوسرے کو معاشی تباہی کا ذمہ دار ٹھہرانے لگتے ہیں۔ ایسے ممالک میں عوام کا اپنے معاشرے یا نظام کے ساتھ تعلق اور اعتبار ختم ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ ملک کے ٹوٹنے کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔

اگر ہم روس امریکہ سرد جنگ کا موازنہ پاک بھارت سرد جنگ سے کریں تو ہمیں بہت سی مشابہتیں نظر آئیں گی۔ بھارت، آبادی، رقبے اور معیشت کے اعتبار سے پاکستان کے مقابلے میں سات آٹھ گنا بڑا ہے۔ لیکن ہم پچھلے 55 برس سے بھارت کے ساتھ قوت کی برابری کی کوشش میں مبتلا ہیں۔ اسی طرح سوویت روس بھی امریکا کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرتا رہا جس کی معیشت امریکہ کی معیشت کا ایک تہائی تھی۔ سوویت روس کے عوام کو قومی سلامتی کے نام پر بنیادی ضروریات مثلاً تازہ ہوا، پینے کے صاف پانی، تعلیم، خوراک اور روزگار سے محروم کیا گیا۔ پاکستان کی طرح روس کو بھی بھاری فوجی اخراجات کے باعث اپنے مصارف پورے کرنے کیلئے بھاری قرضے لینے پڑے اور وہ قرضوں کے جال میں پھنس گیا۔ آخر کار بھاری قرضوں اور ضرورت سے زیادہ دفاعی اخراجات کے بوجھ سے اس کی معیشت بیٹھ گئی اور ملک کئی حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ دنیا کی عظیم ترین فوج اپنے 30 ہزار ایٹمی ہتھیاروں کے ساتھ ملک کو ٹوٹنے سے نہ بچا سکی۔

اگر ہم دفاعی اخراجات میں کمی کے فوائد کو سمجھنا چاہتے ہیں تو چین کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ 1980 کی دہائی میں چینی افواج میں 40 فیصد کمی کی گئی (تقریباً 20 لاکھ فوجیوں کو گھر جانا پڑا) چین کے دفاعی اخراجات جو 1980 کی دہائی کے آغاز میں بجٹ کا 15 فیصد تھے، انہیں 1989 میں 8 فیصد پر لایا گیا اور اب تک اس سطح پر برقرار رکھا گیا ہے۔ چین کی دفاعی صنعت جو 1975 میں سول مارکیٹ کیلئے 7 فیصد اشیا تیار کرتی تھی اب اس کی 75 فیصد پیداوار سول مارکیٹ کیلئے ہوتی ہے اور یہ سب کچھ اس کے باوجود کیا گیا کہ چین کو روس اور بھارت کی شکل میں متحارب ہمسایوں کا سامنا تھا۔

پاکستان کے دفاعی اخراجات پچھلے 54 برسوں کے دوران اوسطاً 6 فیصد سالانہ رہے ہیں۔ ہر سال 3 فیصد زیادہ دفاعی اخراجات کا (54x3) مجموعہ، مجموعی قومی پیداوار (GPD) کا 162 فیصد بنتا ہے۔ جو 100 بلین ڈالر کے برابر ہے۔ جبکہ پاکستان کا مجموعی قرضہ 60 بلین ڈالر ہے۔ جس کی سالانہ قسط کے طور پر ہم ہر سال 300 ملین روپے خرچ کرتے ہیں۔ اگر ہم نے اپنے فوجی اخراجات دانشمندی سے کئے ہوتے تو آج ہمارا قرضہ بھی ہمارے قابو میں ہوتا یعنی 30 بلین ڈالر کے لگ بھگ اور ہمارے پاس عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کرنے کیلئے 70 بلین ڈالر موجود ہوتے۔

ایسی صورت میں عوام کے معیار زندگی میں پائے جانے والے فرق کو ہم تصور میں لا سکتے ہیں۔ 100 ملین ڈالر کے فاضل دفاعی اخراجات کا مطلب 5000 ڈالر یا 30 لاکھ روپے فی خاندان ہے۔ غور کیجئے کہ 90 فیصد پاکستانی خاندان 36 ہزار روپے سالانہ آمدنی پر گزارہ کرتے ہیں، 3 لاکھ روپے ایک اوسط پاکستانی خاندان کی 8 سال کی آمدنی کے برابر ہوتے ہیں اتنی بڑی قربانی کا حاصل یہ ہے کہ پاکستان اپنے ملک کا نصف حصہ گنوا چکا ہے۔ اور آج بھارت سے روایتی جنگ کرنے کی پوزیشن میں بھی نہیں۔ کشمیر کا مسئلہ اج حل کے اتنا قریب بھی نہیں جتنا 50 سال پہلے تھا۔ اقوام متحدہ کے انسانی ترقی کے معیار کے مطابق پاکستان 170 ممالک میں 135 ویں نمبر پر ہے۔

اقوام متحدہ کی رپورٹ میں ڈاکٹر محبوب الحق نے نشاندہی کی ہے کہ دنیا کے 3 ملک ایسے ہیں جو معاشی ترقی کی امکانی صلاحیت کے باوجود اسے حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ یہ نائیجیریا، برازیل اور پاکستان ہیں۔ اس رپورٹ میں پاکستان کے بارے میں کہا گیا ہے:

"فوجی اخراجات اور سماجی شعبے کے اخراجات میں سنگین عدم توازن پایا جاتا ہے۔ پاکستان اپنے بجٹ کا نہایت معمولی حصہ سماجی شعبے پر خرچ کرتا ہے اور ایک بہت بڑا حصہ جسمیں مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے فوج پر خرچ کرتا ہے اگر ان محدود وسائل کو دفاع پر خرچ نہ کیا جائے تو یہ تعلیم اور صحت کیلئے مختص کئے جاسکتے ہیں"۔

دنیا کے دو نامور ماہرین معیشت ڈیگر اور سَین نے پاکستان اور بھارت کے بارے میں اعداد و شمار کی انتہائی اہم اور نازک تیکنیکوں کو استعمال کرتے ہوئے جو جائزہ تیار کیا ہے اس کے مطابق:

بھارت اپنے نسبتاً ہلکے دفاعی بوجھ کے

باعث اس کے منفی اثرات سے زیادہ متاثر نہیں ہوگا۔ خاص طور پر اس لئے کہ اس کی صنعت کاری اور سرمایہ کاری کی بنیادی بہت وسیع ہے۔ جبکہ پاکستان کی صورت حال بنیادی طور پر مختلف ہے۔ ایک بہت بھاری دفاعی بوجھ ایک بہت مختصر سرمایہ کاری کی بنیادی رکھنے والے ایک ملک پر لادا گیا ہے، جس کے انتہائی خطرناک اثرات ہونگے۔

آخر میں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ بھاری فوجی اخراجات کی جو صورت پاکستان میں ہے، قومی سلامتی کے امکانات کو بہتر نہیں بلکہ بدتر بنا رہی ہے۔ ہماری فوج اور سیاسی قیادت نے بارہا اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ کشمیر کا مسئلہ صرف پرامن طریقوں سے ہی حل کیا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت حال میں سرکاری ریونیو کا 40 فیصد دفاع پر خرچ کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ پاکستان دنیا کا واحد ملک نہیں جس کا دوسرے ملک کے ساتھ زمین کا جھگڑا ہے۔

روس اور جاپان کے درمیان پچھلے 60 سال سے بعض جزیروں کی ملکی کا جھگڑا چلا آ رہا ہے۔ ہانگ کانگ اور تائیوان کے بارے میں چین کے تنازعات سے دنیا واقف ہے۔ انگلستان اور سپین کے درمیان جبرالٹر پر قبضے کا جھگڑا ہے۔ ترکی اور یونان کے درمیان بھی ایک علاقے پر قبضے کا جھگڑا ہے۔ بھارت اور چین کے درمیان سرحدی تنازع ہے اور دنیا میں ایسے درجنوں جھگڑے موجود ہیں اور ان ممالک نے بھی اپنے وسائل کا بھاری حصہ دفاع پر خرچ کر کے اپنی انسانی ترقی اور معاشی ترقی کی قربانی دی ہے۔ لیکن ہمیں اپنے ملک کو مزید تباہی اور مزید ٹکڑوں میں تقسیم ہونے سے بچانے کیلئے اس راستے کو چھوڑنا ہوگا۔ ہمیں یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہمارا بہترین قومی مفاد اپنے آپ کو اندرونی طور پر مضبوط اور مستحکم بنانے سے وابستہ ہے۔

پاکستان کے عوام اور معیشت پر آخری حد تک ٹیکس لگائے جا چکے ہیں مگر ان انتہائی بھاری ٹیکسوں کا کوئی فائدہ عام آدمی تک نہیں پہنچتا۔ ہمیں اس بات کا ادراک حاصل کرنے کی ضرورت ہے کہ جب تک ہم اپنے دفاعی اخراجات میں بھاری کمی نہیں کرتے ہم تو پاکستان کو درپیش بنیادی مسائل مثلاً غربت، ناخواندگی و جہالت، بے روزگاری اور معاشی جمود کو ختم کرنے کیلئے کچھ نہیں کر سکتے۔ بھارت کی تو یہی خواہش ہے کہ ہم اسی طرح ''ہتھیاروں کی دوڑ'' میں اس کے ساتھ شامل رہیں تاکہ اس کے نتیجے میں ہماری معیشت بیٹھ جائے۔ اس معاشی دیوالیہ پن کے نتیجے میں ملک کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے امکانات روشن ہو جائیں گے۔ ہمیں اس جال سے نکلنے کی فوری کوشش کرنی چاہئے، ورنہ اصلاح کا وقت ہاتھ سے نکل جائے گا۔

(بشکریہ: ماہنامہ تذکیر)

رئیس الجامعہ میاں نعیم الرحمن صاحب روبصحت ہیں۔ الحمد للہ

جناب میاں نعیم الرحمٰن صاحب آغا خان ہسپتال کراچی سے کامیاب آپریشن کے بعد اپنے گھر لاہور میں منتقل ہو چکے ہیں اور تیزی سے صحت یاب ہو رہے ہیں۔ احباب اور قارئین سے درخواست ہے کہ وہ دعائیں جاری رکھیں اللہ تعالیٰ موصوف کو مکمل صحت وتندرستی سے نوازے۔ آمین (ادارہ)

مولانا عبدالرزاق ساجد کو صدمہ

خطیب مرکزی جامع مسجد اہلحدیث میاں چنوں اور مرکز تربیہ اسلامیہ گلستان کالونی فیصل آباد کے مدرس مولانا عبدالرزاق ساجد کا نوعمر بچہ گذشتہ دنوں انتقال کر گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ مولانا عبدالعزیز علوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جسمیں لوگوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ خاص طور پر مفتی عبدالحنان زاہد، مولانا محمد یونس، چودہری یاسین ظفر پرنسپل جامعہ، حافظ محمد شریف، مولانا ارشادالحق اثری شامل ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے اور نعم البدل عطا فرمائے اور مرحوم کو ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین (ادارہ)

جامعہ سلفیہ کے طالبعلم کا اعزاز

گذشتہ دنوں JTI فیصل آباد کے زیراہتمام سیرت النبی ﷺ کے عنوان پر تقریری مقابلہ ہوا جسمیں جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے ہونہار طالبعلم ارشادالحسن ابرار حافظ آبادی نے دوسری پوزیشن حاصل کی۔ ادارہ ترجمان الحدیث اس اعزاز پر مذکورہ طالبعلم اور اساتذہ وانتظامیہ جامعہ سلفیہ کو اس اعزاز پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو آمین۔ (ادارہ)

کہیں آپ لیٹ تو نہیں ہو گئے؟!

اس سے پہلے متعدد بار انہی صفحات میں یہ اعلان شائع کیا جا چکا ہے کہ ادارہ ترجمان الحدیث، ''جامعہ سلفیہ فیصل آباد'' کی گولڈن جوبلی کے موقعہ پر اپریل 2005ء کو جامعہ سلفیہ کی تاریخ و خدمات کے حوالہ سے ایک ضخیم نمبر شائع کر رہا ہے۔ اب دوبارہ یاددہانی کیلئے اطلاع دی جاتی ہے کہ جو احباب اس مناسبت سے کچھ لکھنا چاہتے ہیں وہ اگست 2004ء کے آخر تک اپنی نگارشات ارسال کر دیں بصورت دیگر ادارہ آپ سے معذرت خواہ ہوگا۔ تفصیل گذشتہ شماروں میں ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)